

وَأَمَّا الَّذِينَ نَسَبُوا بِذُنُوبِهِمْ تَلَوُّنًا لِّمَا لَا يَنْبَغِيهِمْ وَيَخْتَلُونَ فِي الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَكَبِّرُونَ
وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے۔ بی۔ پی۔ اینج۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلہ اشاعت نمبر

۱۸

ادارہ مسعودیہ
۶/۲، ای۔ ۵، ناظم آباد
کراچی، پاکستان

وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا فَمِنْ أُمَّةٍ إِخْتَلَفْنَا
هُدًى ۱۰۸
وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

سعادت

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

۱۸

ادارۃ سعودیہ، کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سعادت

(۱)

قرآن حکیم اتحاد و یگانگت کی تعلیم دیتا ہے جو باہمی حسن سلوک میں پوشیدہ ہے۔۔۔۔ ہمیں ہدایت کی گنتی ہے کہ بدی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے۔۔۔۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ
 ”سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو“

لیکن جب تک ”سعادت حقیقی“ حاصل نہ ہو، حسن سلوک کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔ خواہشات کا اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تابع ہونا ”سعادت حقیقی“ ہے کہ اسی سے نوع انسانی کی بہتری وابستہ ہے۔۔۔۔ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ افکار و اعمال کے اس انبوہ کثیر میں کس کس فکر و عمل کو اپنایا جائے اور کس کس کو رد کر دیا جائے۔۔۔۔ جمیل و قبیح، خوب و ناخوب، اچھے اور برے اس طرح آپس میں گھل مل گئے ہیں کہ علیحدہ کرنا عقل کے بس کی بات نہیں، ہاں وحی اس مشکل کو حل کر سکتی ہے، ملت کی حیات اجتماعیہ کا دار و مدار اسی حسن انتخاب پر ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نیکی و سعادت کا حصول حیات انسانی کے اعلیٰ مقاصد میں

سے ایک مقصد عظیم ہے، اس لئے یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ خود زندگی بھی با مقصد ہے یا نہیں! ---- اگر یہ بے مقصد ہے تو وہ تمام مقاصد جن کا انحصار اس بے مقصد شے پر ہے، خود بخود بے حقیقت اور بے معنی بن کر رہ جاتے ہیں۔ ----

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی بے مقصد نہیں گو بعض ملحدین اور فلاسفر نے اس کو بے معنی کہا ہے، لیکن قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝۲

”تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری

طرف پھرنا نہیں“ ----؟

پینک جس نے انسان کو بنایا ہے وہی یہ بتا سکتا ہے کہ انسان با مقصد ہے، بے

مقصد نہیں۔ ----

۵ یہ اک بات کہ آدم ہے صاحب مقصود
ہزار گونہ فروغ و ہزار گونہ فراغ

مقصدیت کا علم ہو جانے کے بعد خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ مقصد

ہے کیا جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ ----؟

ڈاکٹر اقبال نے اس پوشیدہ مقصد کی عظمت و بلندی کا اس طرح ذکر کیا

ہے۔ ----

مقصدے	مثل	سحر	تابندۃ
ماسوائے	را	آتش	سوزندۃ

مقصدے از آسماں بالا ترے
 دل ربائے، دل ستانے، دل برے
 باطل دیرینہ را غارت کرے
 فتنہ در جیبے سراپا محترے ۳
 اور قرآن حکیم نے اس مقصد کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے:-
 خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمُ اَحْسَنُ عَمَلًا..... ۴
 ”موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو، تم میں کس کا
 کام زیادہ اچھا ہے“.....؟

گویا ہمارے حسن عمل کی آزمائش ہے..... ہم نیک کام کرنے اور نیک
 کاموں کا حکم دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، دوسری جگہ اس حسن عمل کو عبادت
 سے تعبیر کیا گیا، چنانچہ فرمایا گیا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ..... ۵
 ”اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی
 کریں“.....

یہ عبادت و اطاعت، عبادت گاہوں تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانی زندگی پر
 محیط ہے..... ظاہری اور باطنی زندگی..... سعادت کا تعلق انسانی جسم سے نہیں بلکہ
 اس کی روح سے وابستہ ہے..... اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے.....

۶ وہ شتے کچھ اور ہے، کہتے ہیں جان پاک جسے
 یہ رنگ و نم، یہ بو، آب و خاک کی ہے بیشی

۔۔۔ یہی ”شتے لطیف“ جب جلا پاتی ہے تو سعادت کا ظہور ہوتا ہے..... حضرت

امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "احیاء العلوم" میں اس کیفیت کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔۔۔۔۔

"نفس کی ایک ایسی کیفیت اور ہیئت راسخ جس کی وجہ سے بغیر غورو فکر بہولت نفس سے اعمال صادر ہو سکیں۔ اگر وہ ہیئت اس طرح قائم ہے کہ اس سے عقل کی نظر میں اعمال حسنہ صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام "خلق حسن" ہے اور اگر غیر محمود اور مذموم افعال صادر ہوتے ہیں تو اس کو "خلق سستی" کہتے ہیں"۔^۶

قرآن حکیم نے انسانی نفس کی تین حالتوں کا ذکر کیا ہے، پہلی حالت کو "امارہ" سے تعبیر کیا ہے۔۔۔۔۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ

"بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے"۔

یہ نفس کی وہ کیفیت ہے جو انسان کو ہمیشہ سعادت و نیکی سے دور رکھتی ہے حتیٰ کہ انسان کے ذہن میں بھی نیکی کا گزر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ دوسری حالت کو "لوامہ" سے تعبیر کیا ہے۔۔۔۔۔

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ

"اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے"

یہ نفس کی وہ کیفیت ہے جو ارتکاب گناہ کے ساتھ ساتھ انسان کو نادم و شرم سار رکھتی ہے۔۔۔۔۔ اس کا دل بدی پر مطمئن نہیں رہتا، بلکہ پیشانی کی وجہ سے ایک بے چینی سے رہتی ہے۔۔۔۔۔ نیکی و بدی کی اس نفسیاتی کشمکش کو مرزا غالب نے یوں بیان کیا ہے۔۔۔۔۔

ۛ ایمان مجھے رو کے ہے تو کھینچنے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے تو کلیسا مرے آگے

اور حفیظ جالندھری نے نفس انسانی کی اس خاص کیفیت میں پیشمانی اور رب
العرزت کے عفو و درگزر کا نقشہ کس مؤثر انداز سے کھینچا ہے۔۔۔۔۔

ۛ پیشمانیاں ہیں گناہوں پہ لیکن
بڑے ہی مزے کی پیشمانیاں ہیں !

اس پیشمانی کی جہتی جاگتی تصویر مشہور اردو شاعر جگر مراد آبادی ہیں۔۔۔۔۔ ان کو
اللہ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور پھر شراب و کباب سے ایسے پھرے کہ کبھی اس
طرف رخ نہ کیا۔۔۔۔۔ احساس جرم کے ساتھ کس حسرت سے فریاد کرتے ہیں۔ ۛ

اے رحمت تمام مری ہر خطا معاف !
میں انتہائے شوق میں گھبرا کے پی گیا

تیسری حالت کو "مطمئنہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اس منزل پر پہنچ کر بدی
کا تصور میں بھی کھٹکا نہیں رہتا اور نیکی و سعادت انسان کی رک و پے میں سرایت کر
جاتی ہے، وہ تمام خواہشات پر اللہ کی توفیق سے اختیار حاصل کر لیتا ہے اور خواہشات
نفسانی کے ہاتھوں بے اختیاری کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ اس کا ہر عمل
احکام الہیہ کے تابع ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اقبال نے اس کیفیت کو ان اشعار میں
بڑے مؤثر یہ ایہ میں بیان کیا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و زور
آہنگ میں یکتا صفت سورہ رحمن

اسی کیفیت کو قرآن حکیم نے اس انداز سے بیان فرمایا ہے۔۔۔۔۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ۝ اِذْ جِئْتِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً

مَرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتِي ۝^۹

”اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو
اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں
داخل ہو اور میری جنت میں آ“

یہ وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر وہ اطمینان قلب میرا آتا ہے کہ موت بھی خوشگوار
و دل نواز معلوم ہونے لگتی ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اقبال نے اس شعر میں نفس مطمئنہ کی
ایک جھلک دکھائی ہے۔۔۔۔۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

”میں تجھے مرد مومن کی نشانی بتاتا ہوں جب موت آتی ہے تو

اس کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف "حجتہ

اللہ البالغہ" میں نفس کی اس کیفیت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:-

انسان میں ایک بڑا کمال پوشیدہ ہے جس کا تقاضا اس کی صورت

نوعیہ کرتی ہے، وہ عظیم الشان کمال "سعادت حقیقی" ہے جس

کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے کہ خواہشات کا "عقل کل" کے

زیر اثر ہو جانا اور تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ سعادت بغیر

عبادت متصور نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ ۱۰

عبادت اور تعلق باللہ کے بغیر ایک قسم کی سعادت کا حصول ممکن تو ہے مگر وہ

سعادت ہی نہیں، چنانچہ شیخ شہری، نوعیت خیر پر بحث کرتے ہوئے لکھتا

ہے:-

"کسی شے کی اچھائی کوئی ایسا وصف نہیں ہوتا جو محض اس سے

متعلق ہو، بلکہ اس کا تعلق ایک وسیع تر جسم یا نظام کی نسبت

سے ہوتا ہے جس میں وہ شے پائی جاتی ہے۔ کسی نظام کا حصہ

خاص اس وقت اچھا کہلاتے گا جب یہ اس میں موزوں اور

مناسب ہو گا اور اچھائی کا جہاں تک تعلق ہے نوع انسان کی

فلاح و خیر کسی ایک فرد کی فلاح و خیر سے بہتر و بالاتر ہے، پس

نیکی و سعادت کی تعریف یہ ہوگی کہ ایسے تاثرات کا رجحان جو

کل نوع انسانی کے لئے مفید ہوتے ہیں اور براہ راست خیر کو

مقصود بناتے ہیں"۔۔۔۔۔ ۱۱

یہی فلسفی آگے چل کر لکھتا ہے۔۔۔۔۔

”فلاح عام، خطا و ثواب کے لئے آخری اور قطعی معیار ہے“^{۱۲}۔۔۔۔۔

اسی لئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن حکیم یہ فرماتا

ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝^{۱۳}

”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے“۔۔۔۔۔

تو اس کا مقصود یہی ہے کہ نیکی و بدی کی تمیز کے لئے جو انسان کامل بھیجا گیا ہے اس کے سامنے محض فرد کی فلاح نہیں بلکہ نوع انسانی کی فلاح ہے اسی لئے وہ رحمت عالم ہے۔

شیفٹسبری نے جو یہ کہا ہے کہ ”فلاح عام خطا و ثواب کا معیار ہے“ تو اس میں شک نہیں کہ معیار یہی ہے، لیکن اگر عقل کی روشنی میں اس کا تعین کیا گیا تو ہزار نشیب و فراز سے دو چار ہونا پڑے گا اور عین ممکن ہے کہ ہم بھنور میں پھنس کہ رہ جائیں کیوں کہ فلاح کی حقیقت سمجھنے سے عقل عاری ہے پھر فلاح عام کا اندازہ تو بہت ہی مشکل ہے۔

(۲)

بے شک عقل سے انکار ایک بڑی حقیقت سے انکار ہے لیکن عقل کا اپنا دائرہ ہے، اس سے بلند تر جانا یا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔۔۔۔۔ وحی اور وجدان کے مقابلے میں عقل بہت سست رفتار ہے۔۔۔۔۔ اس کی سست رفتاری کا اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وحی کی روشنی میں جو حقائق چودہ سو

برس پہلے واشکاف کئے گئے تھے، عقل نے ایک زمانہ گزر جانے کے بعد اب ان حقائق کی تعبیر و تشریح کی ہے، بلکہ ابتداء میں تو انکار ہی کرتی رہی اور عقلیت پرستوں نے اس کے انکار کو حرف آخر تسلیم کر کے کتاب اللہ کی دو راز کار تاویلات شروع کر دیں، لیکن وقت گزر جانے کے بعد وہی سچ اور صحیح ثابت ہوا جو قرآن حکیم نے فرمایا تھا، اس قدر انکشافات کے باوجود بعض حقائق عقل کے لئے اب تک عقدہ لاینحل بنے ہوئے ہیں حالانکہ ان کا حل نبی وحی پیش کر رہی ہے :-

نوع انسان کو برق رفتار رہبر کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ حیات مستعار بہت مختصر ہے اور اسی میں سب کچھ کرنا ہے۔۔۔۔۔ خارزار حیات سے منزل مقصود تک پہنچنا ہے۔۔۔۔۔ عقل اپنی حدود سے باہر پیشوائی کیلئے تیار نہیں، وہ خود رحر ہے، رہبر نہیں بن سکتی، ہمیں وحی کے سہارے عقل سے آگے قدم بڑھانا ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے، منزل نہیں ہے

اور حیات انسانی کا یہ ایک المیہ ہے کہ ”چراغ راہ“ کو ”منزل“ سمجھ لیا گیا ہے اور منزل کی تلاش چھوڑ دی، حالانکہ منزل ماوراء عقل ہے۔۔۔۔۔ عقل وہاں کے ہنگاموں سے قطعاً آشنا ہے۔۔۔۔۔

درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گزر کو کیا خبر ہے؟

-ہی وہ ہنگامے ہیں، اگر ان تک رسائی ہو جائے تو انسان کو پیش آنے والے اعمال و افکار کی ساری گتھیاں سلجھ جائیں اور حسین و قبیح، خوب و ناخوب، پسندیدہ و

ناپسندیدہ سب آشکار ہو جائے۔۔۔۔۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے باوجود اپنی فکری بلندیوں کے "سعادتِ حقیقی" کی دریافت کے لئے عقل کو بے اثر قرار دیا ہے اور وحی کی اہمیت کی طرف اس طرح متوجہ کیا

ہے۔ عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں

راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کار حیات

فکر بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد

سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تاریک حیات

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر

گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات ۱۴

بلاشبہ نیکی اور بدی سے کما حقہ واقفیت کیلئے ایسا علم ضروری ہے، جو تمام شکوک و شبہات سے بالاتر ہو۔ اسی لئے جب خداوند کریم نے قرآن حکیم کا تعارف فرمایا تو اس انداز سے:-

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۝۱۵

"وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں"

لیکن یہ حقیقت ہے کہ یقین کی پہلی منزل شک ہی ہے، ہم شک سے یقین کی طرف سفر کرتے ہیں، پھر یقین کے مختلف مدارج طے کرتے ہوئے روز روشن کی طرح حقائق کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں مگر قرآن حکیم کا عالم ہی کچھ اور ہے، یہاں یقین ہی یقین ہے۔

یقین کے کئی درجات ہیں، پہلا درجہ علم الیقین ہے، یعنی کسی سے سن کر یا پڑھ

کر حقائق سے واقف ہونا، دوسرا درجہ عین الیقین ہے، یعنی خود دیکھ کر حقائق کو جاننا، تیسرا درجہ حق الیقین ہے، یعنی جن حقائق کو سنا، پڑھا اور دیکھا تھا ان کے وجود کو خود محسوس کرنا۔۔۔۔۔ پہلے دو درجوں میں شک و شبہ کی گنجائش ہے۔۔۔۔۔ بسا اوقات ہم جو کچھ سنتے یا پڑھتے ہیں، وہ غلط ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ بھی غلط ثابت ہوتا ہے، لیکن حق الیقین، یقین کی وہ خاص کیفیت ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے، یہ کیفیت وحی کے طفیل حاصل ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ اس نے ہم کو "حقیقت سعادت" سے باخبر کیا ہے۔۔۔۔۔ یقین، نوح انسانی کی حیات اجتماعیہ میں بمنزلہ روح کے ہے، اگر یہ میسر نہیں تو ملت ایک جسم بے جان کی طرح ہے، اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا۔

ہ یقین مثل خلیل آتش نشینی
یقین اللہ مستی خود گزینی

جس طرح اللہ تعالیٰ نے بعض انسانی عقول میں صلاحیت و یعت فرمادی ہے کہ وہ نباتات کے خواص کے متعلق تحقیق و تجربہ کر کے انسان کے جسمانی امراض کے علاج دریافت کریں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض نفوس قدسیہ میں یہ صلاحیت و یعت فرمائی ہے کہ وہ فیضان ربانی کی رہنمائی میں اعمال و افعال کے خواص دریافت کر کے انسانی امراض روحانیہ کا علاج تجویز کریں۔ انسان جسم ہی جسم نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں سے عبارت ہے اور دونوں امراض کا شکار ہوتے ہیں، دونوں کو اصلاح اور علاج کی ضرورت ہے۔

جس طرح امراض جسمانیہ کے لئے حکماء اور اطباء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ان کی تجویز پر اس حد تک یقین کیا جاتا ہے کہ محبوب سے محبوب چیز بھی ترک کر دی

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح اچھی یا بری غذاؤں کا اثر لازماً انسان کے جسم پر ہوتا ہے، اسی طرح اچھی یا برے افکار و اعمال کا اثر انسان کی روح پر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جس طرح اپنے پیٹ کو اچھی اور بری غذاؤں سے بھر لینا دانتی نہیں اور صحت جسمانی کو برباد کرنے کے مترادف ہے اسی طرح اچھے یا برے افکار و اعمال کا ذہن و روح کو آماجگاہ بنانا روحانی اور ذہنی صحت کو برباد کر دینے کے مترادف ہو گا۔۔۔۔۔

سعادت و نیکی کے حصول کے لئے انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی ضروری ہے۔ اسی لئے کہ ان حضرات کو مولیٰ تعالیٰ کی طرف سے وہ لطیف حسیت عطا کی گئی ہے جو انسانی فکر و شعور سے بالاتر ہے۔۔۔۔۔ اخلاقی حسیت کا جو عالم ہے اس کو لیسلی اسٹیفن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔۔۔۔۔

”لطیف اخلاقی حسیت کا انسان، جذبی بے آہنگیوں کو اس طرح محسوس کر سکتا ہے جس طرح ایک سازندہ آواز کے ایسے لطیف فرق کو محسوس کر سکتا ہے جن کو حکمی مشاہدہ کرنے والے بھی محسوس کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔“^{۱۸}

معاشرے کی عافیت اسی میں ہے کہ اس کی رہنمائی کامل شخصیت اور ایسے باکمال انسان کے ہاتھ میں ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کا نباض بنایا ہو۔۔۔۔۔ وہی حقیقی نیکی اور سعادت سے انسان کو روشناس کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ لیسلی اسٹیفن لکھتا ہے۔

”ہمارے نظریے کے مطابق برترین نمونہ وہ ہونا چاہیے جو بحیثیت مجموعی معاشری عافیت کی شرائط کیلئے سب سے زیادہ

خداوند تعالیٰ نے نوع انسانی کی معاشری عافیت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا اور سارے عالم کو اس طرف متوجہ فرمایا۔۔۔۔۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۚ ۲۰

”بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے“

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سعادت و نیکی کا معیار

ہے۔۔۔۔۔

ع دنیاء میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

نوع انسانی پر حق سبحانہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ایسا جلیل القدر رسول مبعوث فرمایا، جو ذہنی اور روحانی دونوں اعتبار سے اتنا بلند ہے کہ اس نے افکار و اعمال کے خرمین سے محبوب و نامحبوب اس طرح الگ الگ کر دیئے جس طرح دن، رات سے الگ ہو جایا کرتا ہے۔۔۔۔۔ اسی لئے حق تعالیٰ اپنی کسی نعمت پر احسان نہیں جاتا سوائے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے، ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ ۲۱

”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں

سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں

پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے“۔۔۔۔۔

یہ وہی حکمت ہے جس کا قرآن حکیم نے دوسری جگہ اس طرح ذکر فرمایا۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۚ ۲۲

”جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی“

اور اس خیر کثیر کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضائل و کمالات میں ملتا ہے،
قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ^{۲۲}

(ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی)

یہ حکمت جو خیر کثیر سے عبارت ہے، حقائق اشیاء کے علم میں معین و مددگار ہے
اور انسان کو فکری طور پر اتنا بلند کر دیتی ہے کہ وہ انسان حسن و جمال کا بالمشافہ مشاہدہ
کرتا ہے۔۔۔۔۔

۷ نمود جس کی فراز خودی سے ہو وہ جمیل
جو ہو نشیب میں پیدا قبیح و نا محبوب

(۴)

سعادت، شریعت ہے۔۔۔۔۔ جمال، طریقت ہے اور مسرت و طمانیت، حقیقت
سے۔۔۔۔۔ سعادت کا متلاشی جمال سے محروم نہیں رہ سکتا اور جمال کا مشاہدہ کرنے والا
حقیقی مسرت و طمانیت سے نا آشنا نہیں رہ سکتا، گویا سعادت و جمال لازم و ملزوم ہیں۔

افلاطون، ہیگل اور شوپنہار وغیرہ فلاسفہ نے حسن کی یہ تعریف کی ہے۔۔۔۔۔

”حسن عبارت ہے ذات مطلق سے جس کی صفات کا علم تعقل،

احساس یا وجدان کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے“۔۔۔۔۔^{۲۳}

قرآن حکیم نے جا بجا مختلف پیرایوں سے حسن و جمال کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔ تخلیق
انسانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۲۵

”بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا“

پھر اس کی دنیوی اور دینی سعادت کے لئے ایک معیار قائم کیا اور اس کا اس

طرح ذکر فرمایا:-

صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۲۶

”ہم نے اللہ کا رنگ لے لیا اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے

!“

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

جب انسان کے مقصد حیات کا ذکر کیا گیا تو اعمال میں بھی اس حسن و جمال کا ذکر

فرمایا:-

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ

عَمَلًا..... ۲۷

”وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں

کس کا کام زیادہ اچھا ہے“.....

تبلیغ دین اور دینی معاملات میں بحث و مباحثہ کے آداب سکھائے تو ہدایت

فرمائی:-

أذع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة و جاد

لهم بالتي هي أحسن..... ۲۸

”اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ، پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔
 ابنائے جنس سے سلوک کا حکم دیا تو وہاں بھی۔ یہی ہدایت کی گئی ارشاد ہوتا

ہے۔۔۔۔۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعِ بِالَّتِي هِيَ

أَحْسَنُ۔۔۔۔۔ ۲۹

”اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی، اسے سننے والے برائی کو

بھلائی سے ٹال۔۔۔۔۔

ان تمام آیات میں لفظ ”احسن“ محل غور و فکر ہے، اس کے معنی بہترین اور
 حسین ترین کے ہیں۔۔۔۔۔ قرآن حکیم کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ
 ”سعادت حقیقی“ اور ”جمال حقیقی“ کی ایک ہی راہ ہے۔۔۔۔۔ ”سعادت“ روح جمال
 ہے۔۔۔۔۔ سعادت، منظر مسرت ہے۔۔۔۔۔ جب ہم سعادت کی تلاش کرتے ہیں تو
 حقیقی مسرتوں کو خود بخود پا لیتے ہیں۔۔۔۔۔ شیخ فطہری نے لکھا ہے:

”اس دنیا میں سعادت و مسرت ساتھ ساتھ ہیں، سعادت کے اندر

مسرت پنہاں ہے“۔۔۔۔۔ ۳۰

لیکن یہ مسرت جب ہی محسوس کی جاسکتی ہے جب سعادت کی قدر و منزلت کا
 پورا پورا ادراک ہو ورنہ انسان کی نگاہیں ماورا۔ سعادت اس کی ثمرات تلاش کرتی ہیں،
 ڈاکٹر اقبال نے اسی بے ریا اطاعت کو جو حقیقی سعادت ہے، اس انداز سے بیان فرمایا

ہے۔

ح لطف صد حاصل ہماری سعی لا حاصل میں ہے

۔۔۔۔۔ الغرض حصول سعادت کے لئے "صاحب السعادة" کا دریافت کرنا ضروری ہے، یعنی وہ ذات قدسی صفات جس کے افکار و اعمال احکام الہیہ کے آئینہ دار ہوں۔۔۔۔۔ اس کا علم ہم کو تاریخ، تجربہ اور مشاہدے کی روشنی میں ہو سکتا ہے۔ جب "صاحب السعادة" تک رسائی ہو جائے تو پھر جو ضابطہ حیات وہ پیش کرے اس پر روحانی اور ذہنی بیداری کے ساتھ عمل کیا جائے، عمل کی ذمہ داری اس یقین کے ساتھ قبول کی جائے کہ مقاصد حیات کی تکمیل اور سعادت و فضیلت کی ایک ہی راہ ہے، یعنی جو کچھ ہم حاصل کرتے ہیں وہ صرف ہمارے لئے ہے۔۔۔۔۔ اللہ کی اطاعت کو بظاہر اللہ کی اطاعت ہے، مگر اطاعت کے ثمرات کے حقدار صرف ہم ہی ہیں۔۔۔۔۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔۔۔۔۔

"صاحب السعادة" کی تلاش و جستجو کے علاوہ روحانی انقلاب اور عزم راسخ کی بھی ضرورت ہے، جس کو قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔

انسان میں دو قوتیں پوشیدہ ہیں۔۔۔۔۔ قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ۔۔۔۔۔ قوت بہیمیہ بدی کی طرف راغب کرتی ہے، اس کا مرکز عقل نہیں کیونکہ بسا اوقات انسان ایسے کام کر گزرتا ہے جس کی عقل اجازت نہیں دیتی، ظاہر ہے کہ اگر اس قوت کا مرکز عقل ہوتا تو انسان وہ کام ہرگز نہ کرتا۔۔۔۔۔ اسی طرح قوت ملکیہ نیکی و سعادت کی طرف راغب کرتی ہے، اس کا مرکز بھی عقل نہیں، کیونکہ بسا اوقات انسان ایسے کام کر گزرتا ہے جس کو دیکھ دیکھ کر خود عقل حیران رہ جاتی ہے۔۔۔۔۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

سعادت و نیکی کی اس مخفی قوت کو ڈاکٹر اقبال نے "دانش نورانی" سے تعبیر کیا ہے، وہ کہتے ہیں۔۔۔۔۔

اک دانش نورانی اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

قوت .ہیمنیہ کو عزم راسخ سے قوت ملکیہ کے تابع کیا جاسکتا ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک کے طویل عرصے میں بکثرت ایسی مثالیں نظر آتی ہیں جنہوں نے یہ کمال .ہم پہنچایا۔۔۔۔۔ قوت .ہیمنیہ کو قوت ملکیہ کے جتنا تابع کیا جائے گا قلب و نظر میں وسعت پیدا ہوتی جائے گی، حتیٰ کہ اپنی ذات میں آفاقیت کا احساس ہونے لگے گا، اسی کیفیت کو ڈاکٹر اقبال نے اس طرح بیان کیا ہے۔۔۔۔۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

بے شک "قلب المومن عرش اللہ"۔۔۔۔۔ جس مقام پر عرش الہی ہو اس کی وسعتوں کا کیا ٹھکانہ۔۔۔۔۔ غالب کہتا ہے۔۔۔۔۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا؟

۔۔۔ یہی وسعت و آفاقیت "صاحب السعادة" کا طرہ امتیاز ہے۔۔۔۔۔ "صاحب السعادة" کی تلاش اور اصلاح نفس کے علاوہ حصول سعادت کا طریقہ ایک یہ بھی ہے

کہ سعید اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جاتے۔۔۔۔۔ انسان کی سیرت پر صحبت اور ماحول کا بہت اثر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ دور جدید کے بعض فضلانے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ انسان ماحول کا پروردہ ہے، جو کچھ ہے باہر سے ہے، اندر سے کچھ نہیں، لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔۔۔۔۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے تاثیر صحبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

الوحدة خیر من جلیس السوء و الجلیس الصالح خیر من

الوحدة۔۔۔۔۔

”برے ہم نشین کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور اچھے ہم نشین

کی صحبت تنہائی سے بہتر ہے۔“

قرآن کریم اس نفسیاتی اور عمرانیاتی حقیقت کو اس انداز سے بیان فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔۔۔۔۔^{۳۱}

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو“

اگر کوئی سعید و نیک بخت نہیں ملتا، تو اس کی تلاش میں رہو۔۔۔۔۔ شاید سعادت

کی راہیں مل جائیں اور پردہ غیب سے کسی رہبر کامل کا ظہور ہو۔

چاہیے خانہ دل کی کوئی منزل خالی

شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

۱ / ۲ - سی، پی، ای، سی - ای، سی، ایچ، سوسائٹی

(مکتوبہ جون ۱۹۷۱ء)

کراچی۔۔۔ (اسلامی جمہوریہ پاکستان)

حواشی و حوالے

- ۱----- قرآن حکیم، المؤمنون، آیت نمبر ۹۶
- ۲----- ایضاً، آیت نمبر ۱۱۵
- ۳----- ڈاکٹر اقبال، اسرار خودی، مطبوعہ لاہور
- ۴----- قرآن حکیم، الملک، آیت نمبر ۲
- ۵----- قرآن حکیم، الذاریات، آیت نمبر ۵۶
- ۶----- امام غزالی، احیاء العلوم، جلد سوم، ص ۵۶
- ۷----- قرآن حکیم، یوسف، آیت نمبر ۵۳
- ۸----- قرآن حکیم، القیامہ، آیت نمبر ۲
- ۹----- قرآن حکیم، الفجر، آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰
- ۱۰----- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ (بحوالہ، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، از حفظ الرحمن سیو ہاروی، مطبوعہ دہلی، ۱۹۵۰ء)
- ۱۱----- آر۔ اے۔ بی۔ راجرس، تاریخ اخلاقیات، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۶ء، ص ۱۲۵
- ۱۲----- ایضاً، ص ۱۲۵
- ۱۳----- قرآن حکیم، الانبیاء، آیت نمبر ۱۰۷
- ۱۴----- ڈاکٹر اقبال، ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء، ص ۳۳
- ۱۵----- قرآن حکیم، البقرہ، آیت نمبر ۲
- ۱۶----- مرزا سلطان احمد، اساس الاخلاق، مطبوعہ امرتسر، ص ۲۱
- ۱۷----- قرآن حکیم، الحشر، آیت نمبر ۷
- ۱۸----- لیسلی اسٹیفن، علم الاخلاق، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۵ء، ص ۴۰۵
- ۱۹----- ایضاً، ص ۴۰۷
- ۲۰----- قرآن حکیم، الاحزاب، آیت نمبر ۲۱
- ۲۱----- قرآن حکیم، آل عمران، آیت نمبر ۱۶۴
- ۲۲----- قرآن حکیم، البقرہ، آیت نمبر ۲۶۹

- ۲۳----- قرآن حکیم، الکوثر، آیت نمبر ۱
 ۲۴----- محمد شریف، جمالیات کے تین نظریے، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء
 ۲۵----- قرآن حکیم، التین، آیت نمبر ۴
 ۲۶----- قرآن حکیم، البقرہ، آیت نمبر ۱۳۸
 ۲۷----- قرآن حکیم، الملک، آیت نمبر ۲
 ۲۸----- قرآن حکیم، النخل، آیت نمبر ۱۲۵
 ۲۹----- قرآن حکیم، حم السجدہ، آیت نمبر ۳۴
 ۳۰----- آر۔ اے۔ بی۔ راجرس، تاریخ اخلاقیات، ص ۱۲۶
 ۳۱----- قرآن حکیم، التوبہ، آیت نمبر ۱۱۹

ان شاء اللہ
 انیسویں صدی کے سائنس دانوں کی پیش گوئیوں
 پر مشتمل مجموعہ
 انیسویں صدی کے سائنس دانوں کی پیش گوئیوں
 پر مشتمل مجموعہ
 انیسویں صدی کے سائنس دانوں کی پیش گوئیوں
 پر مشتمل مجموعہ

